VFAST Transactions on Islamic Research
https://vfast.org/journals/index.php/VTIR@ 2024, ISSN(e): 2309-6519, ISSN(p): 2411-6327
Volume 12, Number 2, July-December 2024 pp:111-122

ریاستی تحائف کی ملکیت کا علمی جائزہ قانون شرعی کے تناظر میں

"An Academic Analysis of the Ownership of State Gifts in the Light of Sharia Law"

Dr. Muhammad Nasar[1*], Dr.Muhammad Aziz[2], Dr.Salma Anjum[3]
[1*]Assistant Professor, Department of Islamic Theology, Islamia College Peshawar.
[2] Assistant Professor, Department of Islamic Theology, Islamia College Peshawar.
[3]Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Benazir Bhutto Shaheed University, Peshawar.

ARTICLE INFO

Keywords
Social nature, Islamic principles, exchange of gifts, state gifts, ownership debate, legal and ethical perspectives, Islamic jurisprudence.

***Correspondence Author**
dr.nasar@icp.edu.pk

DOI: 2005.vfast-tir.v12i2/21015.10

Article History
Received
October 19, 2024
Accepted
November 30, 2024
Published
December 31, 2024

ABSTRACT

"Human beings, by nature, are inherently social, a characteristic that leads to the formation of what we term as 'society' or 'civics.' To establish a society, individuals cannot thrive in isolation but require the support and interaction of others. The foundation of a community of individuals rests upon certain etiquettes and principles, guided by Islamic Sharia. Among these fundamental principles are mutual attachment, the exchange of gifts, and empathy. This article explores one of these core principles the 'exchange of gifts,' with a particular emphasis on state gifts. In recent times, state gifts have sparked considerable discourse across print and electronic media nationwide. Various perspectives have emerged in legal settings, leading to significant debate. This article aims to critically analyze these differing viewpoints.The following questions are addressed in light of Islamic jurisprudence:Does the state hold any individual rights over these gifts?Who is the rightful owner of such gifts the state or the individual?Is the purchase of these gifts by a ruler permissible under state law?

اسلام کو دین فطرت کہنا مفروضہ نہیں بلکہ حقیقیت ہے اس کے ابدی احکامات انسانی عقل کے عین مطابق ہیں اور ہر حکم کی بنیادکسی نا کسی انسانی مصلحت پر ہے۔ چودہ صدیاں قبل قائم کیے جانے والے یہ اصول اس قدر جامع ہیں کہ آج بھی سیاسی ،معاشرتی ،معاشی ،اخلاقی اور قانونی ضرورتوں کو پورا کررہےہیں ۔ رسالت مآب ﷺ نے انہی بنیادی اصولوں پر کاربند ہوکر اخوّت اور بھائی چارے پر مبنی ایسا معاشرہ تشکیل دیا جن سے رضامندی کی بشا رتیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دیں اور ان کی زندگیوں کو تا قیامت آنے والی نسلوں کے لیے نمونہ قرار دیا ۔ قبل از اسلام جو معاشرہ اخلاق و کردار کی پستیوں کے گرداب میں پھنسے ہوئے تھے ،نفرت ان کی گھٹی میں بھر ی ہوئی تھی،قتل ان کے لیے معمولی بات تھی ،شراب و کباب رقص و سرور ان کے لیے فخر کا باعث تھا اسلامی تعلیمات اپنانے کے بعد ان کی زندگی کایا ایسی پلٹی کہ بد کردار اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوگئے ،نفرتیں محبّتوں میں بدل گئیں ،ایک دوسرے کے خون کے پیاسےایک دوسرے پر جان وارنے لگے یہ محبت اور اخوّت کے ایسے مضبوط بندھن میں باندھے گئے کہ دنیا اس کی مثال لانے سے عاجز ہے ۔یہ سب کیسے ہوا ؟ دنیا اس پر آج بھی انگشت بدنداں ہے لیکن اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ اس کا سبب نبی کریم ﷺ کی جانب سے مقرر کیے گئے ضابطے ہیں ۔غرض سایہ نبوّت میں تربیّت پانے والی یہ عظیم المرتبت شخصیات بعد از تربیّت ایسی قدّوسی صفات سے متصف ہوئیں کہ ان کو دیکھنے والوں کی زندگی کی کایا پلٹ گئی ،ان کے اخلاق ،اور کردارکو بطور مثال پیش کیا جانے لگا ۔ ایسے معاشرے کی تشکیل جن بنیادی اصولوں پر کی گئی ان میں اخوّت دیانت وامانت کیساتھ محبّت سر فہرست ہے ۔اگر چہ ان کی باہمی محبّت عطیہ خداوندی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بارہا اپنے کلام میں کیا ہےلیکن بعد

The Creative Commons Attribution 4.0 International license

میں آنے واوں کے لیے آپ ﷺ نے محبّت دلانے ،بڑہانے، اور بحال رکھنے کے اسباب کا ذکر کیا اور اپنایا بھی ۔ ان منجملہ اسباب میں سے ایک ''ہدیہ ''زیر نظر مضمون میں اسی حوالے سے بعض ضروری مباحث کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جائے گی خاص کر حکمرانوں اور ملازمین کی کو ملنے والے تحائف کی حیثیت کو قانون اسلامی کے تناظر میں پیش کیا جا ئے گا ۔

تحفے کے لیے عربی میں صدقہ ہدیہ ،عطیہ اور ہبہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں لفظ ہبہ 'ہبوبالریح '' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے''گذرنا ''اور یا ''ہبّ من النوم ''سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے اگر چہ بعض حضرات نے ان الفاظ کے استعمال میں اعتباری فرق کیا ہے جس کی کوئی خاص حیثیت نہیں ۔ تاریخی واقعات اور نبی کریم ﷺکی سیرت اس بات پر شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہدیہ قبول کیا اور اس کا بدلا بھی دیا اس کے سستا یا مہنگا ہونے کی پراواہ نہیں کی اس بات کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ معاشرے میں محبت اور الفت کو فروغ دینے کے لئے تحائف کے باہمی تبادلے کی ترغیب بھی دی ۔ بد قسمتی سے آج کل تحائف کا رواج ختم ہوتا جارہا ہے یا برائے نام رہ گیا ہے جس کے نقصانات معاشرے میں نمایاں طور پر نظر آرہے ہیں ۔معاشرتی فاصلے باہمی بغض و عداوت شائد اس عادت کو ترک کرنے کی وجہ سے ہیں ۔اسلامی تعلیمات میں بغض و عداوت ختم کرنے کے لئے جن اُصولوں کی طرف رہنمائی کی گئی ہے ان میں ایک تو ''سلام ''ہے بخاری شریف کی روایت ہے آپؐ نے فرمایا : سلام کو عام کرو اورایک دوسری حدیث میں ہے : ہر کسی کو سلام کرو چاہے اسے جانتے ہو کہ نہیں اس سے محبّت بڑھتی ہے اور ایک دسری حدیث میں ہے: سلام کو محدود کرنا قیامت کی علامت ہے اور دوسرا ہدیہ دینا ہے آپ ﷺ نے فرمایا :ہدیہ دو اور محبّت بڑہاؤ حضرت علیؓ فرماتے ہیں :ہدایا تین طرح سے ہیں:اللّٰہ کی رضا کے لیے ،لوگو ں کو خوش کرنے کےلئے ،اور بدلے کے لیے اسے شرح معانی الآثار میں حضرت ابو درداءؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے[1] ۔اس لحاظ سے تحائف کی تین صورتیں ہیں :

ہدیہ :عزّت اور احترام کی نیت سے کسی عوض کے بغیر دوسرے کو چیز کا مالک بنانا ہدیہ کہلاتا ہے ۔علامہ سبکی کے بقول ہدیہ کی تعریف میں احترام کی قید ضروری نہیں فقط نقل ملکیت کافی ہے جب کہ علامہ زرکشی فرماتے ہیں چونکہ اس قیدکا اضافہ رشوت کو نکالنے کے لیے کیا گیا ہے اس لئے اس میں ''عزت''کی قیدلگانے کی ضرورت ہے۔

صدقہ: محتاج کو ثواب کی نیّت سے کسی چیز کا مالک بنا نا صدقہ کہلاتا ہے اگر چہ علامہ سُبکی یہاں بھی احتیاج کی قید کے قائل نہیں لیکن علامہ زرکشی صدقہ کے لیے اس قید کو لازمی قرار دیتے ہیں ۔

ہبہ :یعنی عزت اور احتیاج کے بغیر کسی شخص کو چیز کا مالک بنانا ہبہ کہلاتا ہے اس اعتبار سے ہبہ کا لفظ پہلے دو کے مقابلے میں عام ہے ۔

آداب ہدیہ :

ہدیہ دینے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ جسے ہدیہ دیا جارہا ہے اس کی پسندکو معلوم کرلیا جائے، لینے والا دینے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے یعنی دل جوئی کےلیے اسے بھی کوئی نہ کوئی چیز دیدے اگر اور کچھ نہ ہو تو کم ازکم دعا ہی دیدے یہ آپ ﷺ کا معمول تھا ۔اور اگر تحفہ غریب کی طرف سے ہو تو اس سے وہ چیز لے کر اس سے بہتر چیز اسے دے دے حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت تحفہ لائیں آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ واپس لے جارہی ہے آپﷺ نے اُمّ المومنین حضرت عایشہؓ سے پوچھا کہ کیوں واپس کررہی ہو؟ حضرت عایشہؓ نے فرمایا:یہ مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے آپؐ نے فرمایا:یہ اس سے لے لو اورا سے اس سے بہتر دے دو[2] اسی طرح عیب کی وجہ سے

تحفہ نہ لٹایاجائے ۔اسی طرح اگر کھانے پینے کی کوئی چیز مجلس میں ہدیہ کی جائے تو مجلس کے شرکاء کو بھی اس میں شریک کرلینا چاہئیے اگر چہ ایک ضعیف حدیث میں یہ حکم مطلقاً بیان کیا گیا ہے جس سے لوگ غلط فہمی کا شکار ہوگئے اور انہو ں نے اسے عام حکم سمجھ لیا حالانکہ یہ درست نہیں ایک بار ہارون رشید نے امام ابویوسفؒ کو مجلس میں قیمتی چیزوں کا نذرانہ پیش کیا تو حاضرین میں سے ایک نے آپ کے سامنے یہ حدیث پیش کی تو آپ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا : یہ حکم مہنگی اور خاص چیزوں کےبارے نہیں ہے بلکہ عام اور کھانے پینے کی چیزوں کے بارے فرمایا گیا ہے [3] ظالم، مشکوک، اور حرام آمدنی والے، شرم اور حیاء کی وجہ سے ہدیہ دینے والے،بدلے کا طمع رکھنے والے کا ہدیہ قبول نہیں کیا جائے گا علامہ عینی نے اس سے یہ اصول مستنبط کیا ہے کہ جس ہدیے کی بنا ء غرض پر ہو اس سے ہدیہ لینا جائز نہیں ۔

ہبہ میں رجوع کا حق :

واہب ہبہ کے بعد رجوع کرسکتا ہے کہ نہیں ؟یہ مسئلہ فقہاء کے مابین مختلف فیہ ہے ۔ احناف کے مسلک کے مطابق ہدیے میں دیانتاً رجوع کرنا جائز اور قرآن و سنّت کے مطابق ہے البتہ رجوع دونوں کی باہمی رضامندی یاعدالتی فیصلے سے ہوگا ۔ اور شوافع سوائے والد کے اس ہبہ کے جو اولاد کو کیا گیا ہے باقی میں رجوع کو جائز قرار دیتے ہیں۔لیکن یہاں سوال یہ کہ حدیث میں تو ہبہ میں رجوع سے نہ صرف منع کیا ہے بلکہ انتہائی سخت وعید ذکر کی گئی ہے ان احادیث کی رو سے رجوع کس طرح درست ٹھہرایا جاسکتا ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت حرمت پر محمول نہیں بلکہ خلافِ مروّت پر محمول کی گئی ہے ۔اور ثواب کی غرض سے دی جانے والی چیز میں کسی بھی وقت رجوع کیا جاسکتا ہے ۔ اس کی تائید حضرت عمرؓ کے اس قول سے ہوتی ہے جو علامہ بغوی نے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں : وہ تحفہ جو صلہ رحمی یا صدقے کی غرض سے دیا گیا ہو اس میں رجوع کا حق ساقط ہوجاتا ہے البتہ ثواب کے لیے دی جانے چیز میں رجوع ہو سکتا ہے ۔بعض صورتوں میں مطلقاً رجوع کرنا جائز نہیں اس کی تفصیل درج ذیل ہے :جب شئی موہوبہ ہلاک ہوچکی ہو تو نہ مثل اور قیمت دونوں کا مطالبہ نہیں کیاجاسکتا ۔جب شیئ موہوبہ واہب کی ملکیت سے سے نکل چکی ہو یعنی واہب کے فروخت کرنے سے یا اس کی موت سے کیونکہ مرنے کے بعد یہ مال ورثہ کی ملکیت بن چکا ہے ۔اسی طرح جب واہب موہوب کا عِوض وصول کرچکا ہو ۔

ریاستی ذمہ داران کو ملنے والے تحائف کی عمومی صورتیں

فقہاء نے اس حوالے سے ‘‘ہبہ ’’ کی مختلف صورتوں کے مفصّل احکامات ذکر کیے گئے ہیں لیکن سب سے زیادہ تفصیل علامہ ماوردی نے کی ہے ذیل میں اسی کا خلاصہ ذکر کیا جارہا ہے : ہدیہ وصول کرنے والے تین طرح کے لوگ ہوسکتے ہیں :

1.0 ریاستی ذمہ داران:اس میں حکمران اس کا نائب اور کابینہ کے افراد شامل ہیں شریعت اسلامی میں ان کے لئے ‘‘وُلات سلطنہ کی اصطٖلاح استعمال کی گئی ہے ۔چونکہ ہمارا اصل مقصود یہی ہے اس لئے اس کا تفصیلی حکم آگے ذکَر کیا جائے گا باقی دوکا مختصر تذکرہ یہاں کیا جارہا ہے ۔

2.0 سرکاری ملازمین:اس میں ٹیکس اور صدقات واجبہ وُصول کرنے والے ذمہ دارن شامل ہیں شریعت اسلامی میں اس کے لئے ‘‘وُلات عمال ’’کی اصطلاح اختیار کی گئی ہے ۔اس کا حکم یہ ہے کہ اگر تحفہ دینے والے شخص کے ساتھ تحایف کا لین دین پہلے سے نہ ہو تو ایسے شخص کا ہدیہ وصول کرنا جائز نہیں اور اس کا حکم عام ہدیے

کی طرح ہے۔ اور اگر یہ لین دین پہلے سے ہوتو پھر دو صورتیں ہیں: یہ تحفہ حق کے وُصُولی سے پہلے دیا گیا ہوگا، یا ہدیے کا تعلق ایسی چیزسے ہوگا جو عامل کی ذمہ داریوں میں شامل ہو،تو ایسے ہدیہ کی وُصُولی رشوت کے زمرے میں آتی ہے اورحکم اس کا یہ ہے کہ اس کا لینا حرام ہے ممانعت کے باوجود ہدایا لینے والے کے حکم میں فقہا ء کے دوقول ہیں : مالک کو واپس کیے جائیں گے ،بیت المال میں جمع کئے جائیں گے ،اور اگر حق کی وُصولی کے بعد دیا گیا ہو تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں : عِوض دیا گیا ہوگا یا نہیں اگر عوض دیا گیا ہو تو بلاکراہت جائز ہے اور تحفے پر ملکیت ثابت ہوجائے گی اور اگر عِوض نہ دیا گیا ہوتب بھی ملیکت تو ثابت ہوجائے گی لیکن اس تحفے پر لینے والے کی ملکیت رہے گی یا نہیں یہ صورت فقہا ء کے مابین اختلافی ہے :ایک قول یہ ہے کہ یہ تحفہ اسی کی ملکیت میں رہے گا ۔دوسرا قول یہ ہے کے بیت المال میں جمع کیاجائے گا ۔اور تیسرا قول کے یہ ہے کہ اگر مشاہرہ وُصول کررہا ہو تو بیت المال میں جمع کرائے گا ورنہ اسی کے پاس ہوگا لیکن اگر وُصول کردہ مشاہرہ اس کے لئےنا کافی ہو تو پھر یہ اس کی ملکیت ہوگی یہی قول احناف کا ہے اور اسی کو امام محمدؒ نے اختیار کیا ہے لیکن محمد بن فضل نے ہدایا مالک کو لوٹانے کے قول کو ترجیح دی ہے جب ان سے پوچھا گیا کہ احناف کا قول تو بیت المال میں جمع کرانے کا ہے تو انہوں کہا مجھے اس کا علم ہے لیکن خطرہ اس بات کا ہے کہ وہاں جمع کرانے کے بعد یہ لوگ بیت المال کے مال کو اپنی عیاشی کے لیے استعمال کرنا شروع کردیں گے اس لیے ان ہدایا کا مالک کو لوٹانا ہی بہترہے ۔

عدلیہ:یعنی وہ لوگ جو تنازعات کے فیصلے کرتے ہیں یعنی عدلیہ اور اس کے ذیلی ادارے ہیں ان کے لئے انہوں نے ''وُلات احکام کی اصطلاح ذکر کی ہے ذمہ داری سونپنے کے بعد ان کے لئے کس کا ہدیہ لینا جائز ہے اور کس کا نہیں ممانعت کی بنیاد اس پر ہے کہ ان کا کام حقوق کا تحفظ یا برائیوں کا خاتمہ ہے اس لئے ان کے لئے اس میں دوسروں کی بنسبت گناہ زیادہ ہے اور اگر یہ تحائف فیصلے پر اثر انداز ہوتے ہوں تو پھر حرام ہے ۔ ایسے لوگوں کو تحائف دینے والوں کی تین صورتیں ہیں : تحفہ دینے والا ادارے کا ملازم ہو :عدالت میں اس کا مقدّمہ بھی نہ ہو اور ہدیہ بھی پہلی بار دےرہا ہو یا صلہ رحمی کی بنیاد پر ہدایا کا سلسلہ تو پہلے سے جاری ہے لیکن حالاًاس کا کوئی مقدمہ چل رہا ہو ایسے ہدایا وُصول کرنا ناجائز ہیں ۔ اور اگر ہدایا کا باہمی تبادلہ پہلے سے جاری ہو اور دالت میں کوئی مقدّمہ بھی نہ ہو تو پھر دیکھا جائے گا کہ ہدیہ کی نوعیت میں کوئی تبدیلی تو نہیں آئی یعنی پہلے سستی چیز دیتا اور اب قیمتی چیز لایا ہے تو پھر بھی لینا جائز نہیں اور اگر پہلے جیساہدیہ ہوتو پھر لینا جائز ہے ۔[4]

اب ذیل میں پہلی صورت کا حکم ذکر کا جارہا ہے لیکن اس سے پہلے چند اصولی باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

حکمرانو ں میں ہدایا کا تبادلہ قدیم روایت ہے

ہبہ کا بنیادی مقصد باہمہ رَاواداری اور انسانیت کو فروغ دینا ہے شرعی طعر پر ہر کسی سے اور حالت میں ہدیہ قبول کرنا جائزہے اس لئے صرف نبی کریم ﷺ ہی نہیں بلکہ انبیاءؑ ہدایا قبول کرتے رہے قرآن کریم میں اس کا ذکر ملکہ سبا بلقیس کے واقعے میں ہے جب حضرت سلیمانؑ نے ان سے اسلام کا مطالبہ کیا کابنیہ کی مشاورت کے بعد کا فیصلہ اللّٰہ تعالیٰ نے اس طرح ذکر کیا ہے ''وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ''[5] اس تحفے کا ایک مقصدتو حضرت سلیمانؑ کی نبوّت کوجانچناتھا کہ وہ نبی ہیں کہ نہیں چونکہ ہدیہ انسان کو متاثر کرتا ہے اس لئے دوسرا مقصد حضرت سلیمانؑ کو مائل کرنا تھا ان دو اغراض سے ان کی طرف ہدیہ بھیجا اس تنبیہ کیساتھ کہ اگر لوٹا دیں تو نبی ہوں گے پھر ان کی مخالفت یا لڑائی ممکن نہیں اس لئے ان کی دعوت کو قبول کیاجائے گا اور اگرتحائف وصول کرلیتے ہیں تو پھریہ نبی نہیں ہیں تو پھر مخالفت بھی کریں گے اور لڑائی کی ضرورت پڑی تو اس

سے بھی دریغ نہیں کیا جائے ۔ اس لئے ملکہ نے قیمتی تحائف معزز ین کی نگرانی میں حضرت سلیمانؑ کی طرف روانہ کئے جب حضرت سلیمانؑ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کو واپس کردیا اور صرف اور صرف تابعداری کی شرط لگائی اس آیت کے ذیل میں ابوحیانؒ لکھتے ہیں کہ ملکہ سبا نے یہ اس لئے کیا ایک دوسرے کے ہدیا بھیجنا یہ بادشاہوں کا پرانا طریقہ ہے لیکن حضرت سلیمانؑ کے ہدایا کے واپس کرنے سے اخذ کرنا کہ ہدایا لینا جائز نہیں درست نہیں کیونکہ حضرت سلیمانؑ کو ارسال کردہ چیزیں ہدیہ نہیں بلکہ رشوت تھیں اس لئے انہوں نے واپس کئے اس کی تصریح اسی آیت کے ذیل میں مفسرین نے کی ہے ۔اس سے اتنی با تو ثابت ہوئی کی ہدایا ارسال کرنا چاہے وہ کسی سطح پر ہو جائز ہے

نبی کریم ﷺ نے بھی بادشاہان سے ہدایا کا تبادلہ کیا :

نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی ہجرت کے بعد اسلامی ریاست کا تصوّر دیا پہلے پہل مشکلات رہیں لیکن جوں جوں آپ ﷺ کی کوششوں سے ریاست مستحکم ہوتی گئی تو حالات بھی بدلتے گئے بادشاہان کو خطوط لکھے گئے انہیں اسلام کی دعوت دی گئی بعض نے آپ کے پیغام کو احترام کی نظرسے دیکھا اور بعض نے ٹھکرادیا روابط بڑھتے گئے کبھی کبار جذبہ خیر سگالی کی بنیاد پر تحائف کا تبادلہ ہوتارہا جو ممالک کے درمیان تعلّقات استوار رکھنے کا پرانا طریقہ ہے مختلف بادشاہان نے تحائف بھیجے یہ سلسلہ اخیر دم تک جاری رہا آپ ﷺ نے بھی ان بادشاہان کو تحائف ارسال کئے اوران کے تحائف وصول بھی کئے مثلاً : اکیدذر نے نبی کریم ﷺ کو ریشم کا جبہ ہدیہ میں دیا جو آپ ﷺ نے پہنا یہ ریشم کی ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہے ۔ اسکندریہ کے حکمران مقوقس نے نبی کریم ﷺ کو تحفے میں دو لڑکیاں پیش کیں ایک آپ ﷺ نے اپنے لئے مختص کی جن سے آپ کے اکلوتے بیٹے ابراہیم کی ولادت ہوئی اور بچپن میں ہی فوت ہوئے اور دوسری حضرت حسان بن ثابتؓ کو دی ۔اسی طرح قیصر نے سونے سے جڑھا ہوا جبّہ بھجوایا ، اور روم کے بادشاہ نے زنجبیل تحفے میں بجھوائی جو آپ ﷺ نے موجود صحابہ کرام میں تقسیم کی ،کسریٰ، ملک ذی یزن حمیر کے بادشاہ نے قیمتی ریشمی کپڑے تحفے میں دئے ،ایلہ کے بادشاہ نے سفید خچر دیا جس پر آپ ﷺ سواری کی،ان کے علاوہ بھی متعدد حکمرانوں کی جانب سے آپ ﷺ کو تحائف بھیجے گئے جو آپ ﷺ نے قبول بھی کئے اور ان کا بدلہ بھی دیا ان کی تفصیل احادیث اورکتب سیرت میں مفصّل مذکور ہے[6] ۔اوربعض لوگوں کے تحائف کورد بھی کیا مثلاًعامر بن مالک اور حمار اشجعی انہوں نے جب رسول اللہ ﷺ کو تحفہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے لوٹادیا کہ ہمیں مشرکین سے تحائف قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے .

مسئلہ مذکورہ میں آپ ﷺ کا عمل دلیل نہیں :

شریعت اسلامی میں حکم ثابت کرنے کا اُصول تو یہی ہے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اس کے بعد سنّت یعنی حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا پھر اجماع اور پھر قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا یہ تو عام اصول ہے ۔ لیکن محدّثین اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق مذکورہ مسئلے میں دو وجہوں سے نبی کریم ﷺ کے عمل کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا پہلی یہ ہے کہ آپ ﷺ کو ملنے والے تحائف کی مشابہت مال فئی سے اور مال فئی رسول اللہ ﷺ کی ملکیت تھی اور آپ ﷺکو اس کی تقسیم کا اختیار تھا اس لئے آپ ﷺ

ایسے لوگوں کے تحائف وُصول کرسکتے تھے اور انہیں اپنی ذات کے لئے استعمال بھی کرسکتے تھے ۔ دوسری وجہ یہ کہ تحائف قلبی میلان یا مفادات کے حصول کے لئے دیے جاتے ہیں اور یہ دونوں چیزیں انسان کی ذات اور اس کے فیصلوں پر اثر انداز ہوتی ہیں اس کا کردار متاثر ہوتا ہے،اسے طعن و تشنع کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ چونکہ نبی معصوم ہونے کی وجہ سے ان تمام چیزوں سے مبرّاء ہے اس لئے آپ ہر قسم کا تحفہ وصول بھی کرتے اور اسے ذاتی استعمال میں بھی لا سکتے تھے گویا کہ یہ آپ ﷺ کی تخصیص ہے اسی کا ذکر کرتے علامہ بغوی فرماتے ہیں ''هَدَايَا الأُمَرَاءِ فَإِنَّهُ غُلُولٌ''کا معنی اس طرح کیا ہے کہ ''لَيْسَ هَذَا لأَحَدٍ بَعْدَهُ مِنَ الْخُلَفَاءِ'' یعنی اس کے بعد کسی ملام یا عہدیدار کے لئے تحائف لینا جائز نہیں ۔ اور عمر بن عبد العزیزؒ فرمایا کرتے تھے : كَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّة وَلِلأُمَرَاءِ بَعْدَهُ رِشْوَة'[7]' جب یہ تخصیص ہوئی تو تخصیص کو دلیل میں نہیں پیش کیا جاسکتا ۔

نبی کریم ﷺ کے عمل کی تطبیق:

اوپر کی سطروں میں دو طرح کی حدیثوں کا ذکر ہوا ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کے تحائف قبول کئے اور وسرا یہ کہ آپ ﷺ نے مشرکین کے تحائف کو رد کیا۔حدیث کے فقہی پہلو پر فقہاءنے خوب بحث کی ہے دونوں عمل یہ بتارہے ہیں کہ بعض ہدایا قبول کئے جائیں گے اور بعض نہیں اب حل طلب بات یہ ہے کہ کس ہدیہ قبول کیا جائے گااور کس کا نہیں ؟ یہ مسائل اس وقت شائد کم پیش آتے ہوں لیکن ہمارے زمانے میں فاصلوں کے سمٹ جانے کی وجہ سے بہت زیادہ ہیں اور مسلمان تحایف دینے یا لینے میں ذہنی تشویش میں مبتلا ء رہتے ہیں اس اضطراب کی بنیاد اوپر کی سطور میں کی گئی احادیث پر ہے ۔ لیکن یہ عقدہ حل کرنے سے پہلے محل اختلاف کی نشاندہی ضروری ہے کہ مختلف فیہ صورت ہے کونسی ؟کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جو ہدایا قبول کئے ہیں ان میں بعض اہل کتاب کی طرف سے تھے مثلاً نجاشی یا اکیدرکا تحفہ جو نبی کریم ﷺ نے قبول کیا چونکہ اہل کتاب کا ذبیحہ اور نکاح جائز ہے ان کا ہدیہ قبول کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا یہ صورت اختلاف کے زمرے میں نہیں آتی ۔ رہی بات مشرکین کے ہدایا کے قبول کرنے یانہ کرنے کی؟یہ محل نزاع صورت ہے اس میں محدّثین کی آراء مختلف ہیں : ایک قول کے مطابق جن رویات میں مشرکین کے تحائف قبول کرنے کی ممانعتت کا ذکر ہے وہ لینے والی کے لیے ناسخ ہیں۔ لیکن یہ قول بغیر کسی دلیل کے ہے اس لئے ضعیف ہے اور ضعیف قول کی وجہ سے روایت کو منسوخ نہیں ٹھہرایاجاسکتا ۔دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ممانعت ذاتی حد تک ہے اوراس کا مقصد تحفہ دینے والے کو ایمان پرابھارنا یا قلبی میلان سے روکنا ہے ۔تیسرا قول یہ ہے کہ جن لوگو ں سے ایمان کی امید تھی ان کا ہدیہ وصول کرتے اور جن کے ایمان کی امید نہیں تھی ان کا ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے یہ تطبیق کا راستہ ہے اور علامہ مبارکپوریؒ نے اس کو رجح قرار دیا ہے ۔[8]

ریاستی ذمہ داران کو تحائف لینے سے منع کیا گیا ہے:

تحائفدینے یا لینے میں کوئی برائی نہیں لیکن اختیارات کا ناجائز استعمال اور سرکاری خزانے کو نقصان پہنچانا یقیناً بُرا عمل ہے اس لئے آپ ﷺ نے عہدیداروں اور ملازمین کے تحائف وصول کرنے کو خیانت قرار دیا هَدَايَا الْعُمَّالِ غُلُولٌ[9] ایک دوسری حدیث میں ہے کہ معاذ بن جبلؓ جب یمن کے گورنر کی حیثیت سے روانہ ہونے لگے تو آپ

ﷺ نے انہیں بلانے کے لئے ایک شخص بھیجا جب حضرت معاذؓ آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ فرمایا:آپ کو پتہ ہے میں نے آپ کو کیوں بلایا اس کے بعد فرمایا :''لَا تُصِيبَنَّ شَيْئًا بِغَيْرِ عِلْمِي فَإِنَّهُ غُلُولٌ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. لِهَذَا دَعَوْتُكَ فَامْضِ لِعَمَلِكَ'[10]' رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنی اسد کے ایک آدمی عبداللہ کو جن کو ابن اللتبیہ سے پکاراجاتا تھا یہ در حقیقت عربوں کے مشہور قبیلے ''لتب''کی طرف منسوب ہے کوصدقات ﷺوصول کرنے کی ذمہ داری سونپی وہ جب آپ کو پاس صدقات لائے تو کچھ آپ ﷺ کے حوالے کئے اور الگ کرکے کہا یہ میرے ہیں اور لوگوں نے مجھے تحفے کے طور پر دیئےہیں آپ ﷺ نے فرمایا :'' مَا بَالُ العَامِلِ نَبْعَثُهُ فَيَأْتِي يَقُولُ: هَذَا لَكَ وَهَذَا لِي، فَهَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ، فَيَنْظُرُ أَيُهْدَى لَهُ أَمْ لا'[11]' ابن بطّال اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں : فيه أن ما أهدى إلى العامل وخدمة السلطان بسبب سلطانهم أنه لبيت مال المسلمين[12] ابن جوزیؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں :اس سے معلوم ہورہا ہے کہ عامل اور عہدیدار کا تحفہ عام تحفے کی طرح نہیں کیونکہ انہیں تحفہ : إِنَّمَا أهدي إِلَيْهِ لكَونه عَاملا.[13] ا مام نوویؒ اسی فرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں : وَقَدْ بَيَّنَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفْسِ الْحَدِيثِ السَّبَبَ فِي تَحْرِيمِ الْهَدِيَّةِ عَلَيْهِ وَأَنَّهَا بِسَبَبِ الْوِلَايَةِ بِخِلَافِ الْهَدِيَّةِ[14] علامہ فزاری کہتے ہیں میں نے امام اوزاعی سے پوچھا اگر رومی مسلمان حکمران کو ہدیہ دیں اسے قبول کرنا جائز ہے کہ انہوں نے کہا یہ کوئی بات نہیں لیکن چونکہ یہ ہدیہ بحیثیت مسلمان حکمران ملا ہے اس لئے یہ بیت المال میں جمع کیا جائے گا ۔اور ابن بطال جو بخاری کے شارح ہیں انہوں نے عمر بن عبد العزیز کا قول نقل کیا کہ ہے کہ: نبی کریم ﷺ کو دی جانے والی چیزیں ہدایاتھیں اور ہمارے زمانے میں رشوت ہیں اس لئے انہیں ملنے والے تحائف کو بیت المال میں جمع کیا جائے گا البتہ حربیوں کی طرف سے ملنے والے تحائف امام ا بو یوسفؒ کی رائے کے مطابق حکمران کی ملکیت ہوں گے ۔

لینے کی اجازت دی گئی ہو تو اُن تحائف سے اس کے لیے لینا جائز ہے کہ نہیں ؟ ابنِ لتبیہ کے اس واقعے کے ذیل میں محدّثین نے اس پہلو پر بھی بحث کی ہے ۔جملہ محدّثین اور فقہاء نے حاکم کی اجازت سے لیے جانے والے تحائف کو احادیث مین مذکور جملہ وعیدات سے مستثنیٰ قرار یا ہے۔ اور اس کے لئے بنیاد حضرت معاذ جبلؓ کی اُس حدیث کو ٹہرایا ہے جس کا ذکر اُوپر کی سطور میں ہوچکا حضرت معاذؓ فرماتے ہیں: آپ ﷺ کے حکم کے مطابق جب میں یمن کی طرف روانہ ہونے لگا تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور نصیحتیں کیں اور فرمایا :''قد علمت الذى دار عليك فى مالك، وإنى قد طيبت لك الهدية. فقبلها معاذ''حضرت معاذؓ یمن روانہ ہوئے اور اپنی ذمہ داریاں نبھانے میں مصروف ہوگئے کچھ عرصہ بعد جب آپؐ صدقے کے ساز وسامان کے ساتھ واپس لوٹے تو آپ ﷺ اس دارِفانی سے کوچ کر چکے تھے اوربارِ خلافت خلفہ اوّل سیدنا صدیق اکبرؓ اُٹھاچکے تھے آپ نے وہ سارا سامان ان کے سامنے رکھا اور حضورﷺ کا وہ وعدہ بھی انہیں بتادیا حضرت ابوبکرؓ کو جب آپ کے اس وعدے کے بارے بتایا گیا تو آپ نے اسے اسی طرح نافذ کیا جس طرح بتایا گیا تھا ۔اسی واقعے کو بنیاد بناکر جمہور محدّثین اور فقہاء نےحاکم کی اجازت سے تحائف وُصول کرنے کو جائز قرار دیا۔البتہ علامہ آملی کا قول اس کے خلاف ہے اور وہ ایسے تحائف کی وصولی کو بھی جائز نہیں سمجھتے انہوں نے جمہور کی رائے سے دو وجہ سے اختلاف کیا ہے :پہلی وجہ: یہ ہے کہ اس حدیث کی سند پر کلام ہے اور حدیث بھی ضعیف ہے اور اس کے مقابلے میں دوسری صحیح احادیث موجود ہیں صحیح احادیث کی موجودگی میں ضعیف سے استدلال درست نہیں۔دوسری وجہ :یہ ہے کہ اور اگر اسے درست بھی مان لیا جائے تو پھر حدیث کو ماہانہ مشاہرے پر محمول کیاجائے گا کہ سرکاری اُمور کی انجام دہی کی وجہ سے جب انسان معاش کے ذریع اپنانے سے عاجز ہوجائے تو پھر ہدایا کا لینا معاش کی نیت سے جائز

ہے پہلی وجہ علیٰ سبیل الانکار اور دوسری علیٰ سبیل التسلیم پر محمول ہے دوسری بات کی تصدیق حضرت عائشہ صدّیقہؓ کی اس روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا :'' أَيُّمَا عَامِلٍ أَصَابَ فِي عَمَلِهِ فَوْقَ رِزْقِهِ الَّذِي فُرِضَ لَهُ، فَإِنَّهُ غُلُولٌ'' [15]

بادشاہان کے تحائف کی صورتیں اور حکم :

جیساکہ پہلے ذکر ہوا کہ بادشاہوں اور جرنیلوں کودیگر ممالک کے ساتھ روابط بحال رکھنے کے لئے جانبین سے تحائف کا سلسلہ جاری رکھا جاتا ہے فقہاء نے ان کے لئے '' وُلاتِ سلطنہ ''کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ یہاں اصولی بحث یہ ہے کہ یہ تحائف ذاتی حیثیت سے دیے جاتے ہیں ، یا ملکی ترجمان ہونے کی حیثیت سے ،انہیں اپنی ملکیت سمجھ کر اپنے پاس رکھا جائے گا یا بیت المال کی ملکیت تصوّر ہوگا ؟ ان اصولی مباحث کی فقہاء نے بخوبی وضاحت کی ہے ۔ جواز اور عدم جواز پر اجمالی حکم نہیں لگایا بلکہ مختلف صورتیں ذکرکرکے ان کے جدا احکامات ذکر کئے ہیں ۔ لیکن اس کی بنیادی دو ہی صورتیں ہیں : دارلاسلام سے ملنے والے تحائف دارالحرب سے ملنے والے تحائف ، ان دونوں کی مختلف ذیلی اقسام ہیں ان میں سے بعض جائز اور بعض ناجائز ہیں ذیل میں ان کی صورتیں اور احکامات کی تفصیل ذکر کی جائے گی :

دارالاسلام سے ملنے والے تحائف:

دوسری قسم دارالاسلام سے ملنے والے تحائف :حکم کے اعتبار سے ان کی بھی تین صورتیں ہیں:

- تحفہ حق کے حصول ،ظلم سے بچنے یا ناجائز کام میں تعاون کی غرض سے دیا گیا ہو۔
- اقتدار سے پہلے رشتہ داری یا تعلق کی بناء پر تحائف دینے کی عادت ہو ۔
- اقتدار سے تحائف دینے کی عادت نہ ہو اس کے بعد تحفہ دیا گیا ہو ۔

پہلی قسم کا حکم یہ ہے کہ مذکورہ تینوں صورتیں رشوت ہیں اس لئے ایسا وصول کرنا جائز نہیں اور رشوت ہونے کی وجہ سے بیت المال میں جمع بھی نہیں کرایا جاسکتا لہذا اس لوٹانا ضروری ہے ۔ دوسری قسم کی تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ اگر تحائف دینے کی عادت ہواور اس کی بنا ء رشتہ داری یا دوستی (صلہ رحمی) ہو اس کے علاوہ اور کوئی غرض بھی نہ ہو تو ایسے تحفے کو قبول کرنا جائز ہے کیونکہ مذکورہ صورت میں تہمت کا کوئی اندیشہ نہیں ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تحفے کا مقصدکسی ضرورت کا پورا کرنا ہو تو پھرتحفے کا لینا جائز نہیں البتہ ضرورت پوری ہوجانے کے بعد اگر تحفہ دیاجائے تو اس کا لینا جائز ہے حضرت زید بن ثابتؓ نے حضرت عمرؓ کو تحفے میں دودھ پیش کیا اور پھربیت المال سے قرض مانگا آپ نے تحفہ واپس کردیا حضرت زیدؓ نے کہا جو قرض میرے اور آپ کے تعلق کو متاثر کرے مجھے ایسا قرض نہیں چاہئیے تو انہوں نے تحفہ قبول کرلیا یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ضرورت پوری ہوجانے کے بعد کا تحفہ لینا جائز ہے ۔تیسری صورت یہ ہے کہ تحفہ دینا عادت ہولیکن اس بار عادت سے بڑھا کردیا گیا ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں اضافہ اُسی جنس سے ہوگا یا الگ اگر ایک ہوتو قبول کا جائے گا اوراگر اضافہ جنس کے علاوہ ہوتوقبول نہیں کیا جائے گا ۔تیسری قسم کی بھی تین صورتیں ہیں پہلی صورت: أَنْ يُهْدِيَ إِلَيْهِ مَنْ يَخْطُبُ مِنْهُ الْوِلَايَةَ عَلَى عَمَلٍ يُقَلِّدُه یہ رشوت ہے اور اس کا لوٹانا ضروری ہےاس کا لینا کسی ضرورت بھی جائز نہیں ۔دوسری صورت: یہ ہے کہ تحفہ بھلائی کی وجہ سے دیا گیا ہو اس کا قبول کرنا جائز ہے کیونکہ اس

میں تہمت کا کوئی اندیشہ نہیں ۔ تیسری صورت: یہ ہے کہ تحفہ محض انسانی جذبے کی بنیاد پر دیا گیا ہو کسی گذرے یا آنے والی چیز اس کا مطمح نظر نہ ہو یہ صورت مختلف فیہ ہے :ایک قول کے مطابق یہ بیت المال میں جمع کرانے کے لئے وصول کرے گا اور دوسرے قول کے مطابق اس تحفے کو لوٹایا جائے گا کیونکہ اس میں وصول کرنے کا ذاتی فائدہ ہے اور ایک ایسے راستے سے ذاتی مفادات حاصل کرنا جس تک مسلمانوں کے واسطے سےرسائی ہوئی ہے ۔

پہلی قسم دارالحرب سے ملنے والے تحائف کا حکم :

اس سے مراد غیر مسلم ممالک سے ملنے تحائف ہیں اس کی تین صورتیں ہیں :

ذاتی تعلق کی بنا ء پر دملنے والے تحائف۔

اقتدار کی وجہ سے ملنے والے تحائف ۔

اقتدار سے وابستہ کاموں کی تکمیل کے لئیے ملنے والے تحائف ۔

مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت میں تحفہ لینا جائز اور باقی دو میں ناجائز ہے اور اگر کسی نے لئے تو ان تحائف کا بیت المال میں جمع کراناضروری ہے کا پابند ہوگا ۔

محدّثین نے ابن اللتیبہ کے واقعے پر خوب کلام کیا ہے اور ہر پہلو سے اس پر روشنی ڈالی ہے لیکن ان میں سے دو باتوں کو بخوبی واضح کیا ہےپہلی بات یہ کہ : آپ ﷺ کا فرمان ‘‘فَهَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ ’’ تحائف کی وصولی کی ممانعت کے لیے بمنزلہ علت کے ہے یعنی آپ ﷺ یہ فرمانا چاہتے ہیں ذمہ دار ہونے کے ناطے آپ کو جو ہدایا دیے جاتے ہیں ان کا سبب آپ کے عہدے ہیں اگر اس طرح نہیں تو آپ اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں اور پھر دیکھیں آپ کو تحفہ دیے جاتے ہے کہ نہیں؟ محدّثین میں سے علامہ مبارک پوری یہی معنی ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں : ‘‘والمعنى لولا الإمارة والحكومة لم يهد له شيء، فهذا الذي أهدى له إنما هو لإمارته وعمله، وهو الرشوة، فلا يحل له’’ [16]. اور دوسری بات کہ آپ ﷺ کے اس فرمان کا مقصد ریاستی ذمہ داران کو عہدوں کے بےجا استعمال سے روکنا ہے یعنی آمدن کے تمام ناجائز ذرائع کا سدّ باب کرنا ہے ۔ اسی وجہ سے دوران ملازمت یا عہدے سے حاصل ہونے والے تمام تحائف کو بیت المال میں جمع کرانے کی ہدایت جاری کی جسے بعدمیں آنے والوں نے آئینی حیثیت دی اور خیر القرون میں اسی حکم پر عمل ہوتا رہا مثلاً حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کو ذمہ داری سونپی جب وہ مال لائے تو اس میں کچھ الگ کیا آپؓ نے پوچھا تو کہنے لگے لوگوں نے تحفے دئے آپنے فرمایا :گھر میں بیٹھ کے دیکھو تمہیں تحفے دیے جاتے ہیں کہ نہیں وہ مال لے کر بیت المال میں جمع کرادیا ۔ لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ جب عہدیداران اپنے منصب کا غلط استعمال کرنے لگے اورتحائف لینا شروع کیا تو اس چور راستے کےسدّباب کے لئے فقہاء اور اصولیین نے اسی حدیث کو بنیاد ٹھہرایا ۔اور چوٹی کے محدّثین صدیوں قبل اس حدیث کی تشریح میں اس اہم اصول کی طرف اشارہ کرچکے ہیں چنانچہ صاحب معالم السنن علامہ خطابیؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں :‘‘دليل على أن كل أمر يتذرع به إلى محظور فهو محظور’[17]’ ابن حجرؒاس حدیث کے فوائد میں فرماتے ہیں : وَفِيهِ إِبْطَالُ كُلِّ طَرِيقٍ يَتَوَصَّلُ بِهَا مَنْ يَأْخُذُ الْمَالَ إِلَى مُحَابَاة الْمَأْخُوذ مِنْهُ[18] علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اس میں وہ تمام تحائف داخل ہیں جو جن کے پس پردہ کچھ مقاصد ہوں ابن عاصم فرماتے ہیں : يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْعَامِلَ لَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَسْتَأْثِرَ بِهَدِيَّةٍ أُهْدِيَتْ إِلَيْهِ بِسَبَبِ وِلَايَتِهِ لِأَنَّهَا لِلْمُسْلِمِينَ[19] لیکن علامہ ہیثمیؒ نے فیصلہ کن قول ذکر کیا ہے کہ:

وَأَوْلَى مِنْ ذَلِكَ سَدُّ بَابِ الْقَبُولِ مُطْلَقًا حَسْمًا لِلْبَابِ[20] علامہ ہیثمی کے اس قول کی تائید اس فقہی قاعدے سے ہوتی ہے کہ :ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب[21] اور شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں : أن المباح إذا جعله وسيلة إلى أمر محرم صار حراماً كقبول الهدية في قصة ابن اللتبية اور احناف کا راجح قول بھی ایسے ہدایا کا بیت المال میں جمع کرانا اولیٰ ہے اور یہی قول حضرت علیؓ کا ہے اگر کسی کے ذہن میں یہ خلش ہو کہ آپ ﷺ کا یہ فرمان تو ملازمین سے متعلّق ہے حکمران تو اس سے مستثنی' ہیں یہ درست نہیں کیونکہ مشہور حنفی عالم ''ابن عابدین'' اس میں عموم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : وَكُلُّ مَنْ عَمِلَ لِلْمُسْلِمِينَ عَمَلًا حُكْمُهُ فِي الْهَدِيَّةِ حُكْمُ الْقَاضِي [22]

کچھ قیمت ادا کرکے تحائف خریدنا :

تحائف مہنگے ہونے کے ساتھ ساتھ کبھی نایاب بھی ہوتے ہیں اور خاص کر وہ تحائف جن کا تبادلہ ملکی سطح پر ہوتی ہے وہ مزید اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اس لئے انہیں ہتھیانے کے لیے مختلف حیلے بہانے اپنائے جاتے ہیں اور ہمارے دور میں تو ان کے لئے قانون سازی موجود ہے کہ کچھ رقم ادا کرکے ان کا مالک بنا جاسکتا ہے ۔شریعت میں وہ تمام راستے جن کو اپنانے سے انسان درپردہ اپنے مقصد تک پہنچتا ہو حیلہ کہلاتا ہےاس کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کے مابین اختلاف پا یا جاتا ہےبعض اس کے حامی ہیں اور بعض ناجائزسجھتے ہیں جواز کے لئے اتنا کافی ہے کہ محدثین نے حضرت معاذؓ کو تحائف لینے کی جو اجازت دی گئی تھی اسے بھی حیلے پر محمول کیا ہے ۔ چونکہ امام بخاریؒ نے ابن لتبیہ والی حدیث کو بخاری میں چار مقامات پر نقل کیا ہے ان میں سے ایک مقام '' کتاب الحیل'' بھی ہے اس لئے اسی حدیث کے ذیل میں محدّثین نے حیلے کے جواز ،اس کی اقسام ،اور حکم تینوں پر مختصر مگر پر مغز بحث کی ہے وہ پوری تفصیل تو اس وقت ہماری مقصود نہیں ہم فقط اپنے مدّعا سے متعلق حصے کو نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے اور اس کے لئے بخاری کے شارحین میں سے ابن بطال کے قول پر اکتفاء کریں گے کیونکہ ابن بطال کا شمار بخاری کے ان شارحین میں ہوتا ہےعلم حدیث پر دسترس رکھنے کیساتھ اجتہادی ذوق بھی رکھتے ہیں ۔وہ فرماتے ہیں کہ اگر ریاستی ذمہ داران ایسے طریقے اپنانے لگیں جن سے رعایا کے حقوق کی ادائے گی میں رکاوٹ پیدا ہو اور لوگ ان جائز کاموں کی ادائے گی کے لیے کچھ دینے پر مجبور ہوں تو ایسی حالت لی جانے والی چیزیں تحائف نہیں بلکہ رشوت ہوں گی اور لینا جائا نہیں اور اسے سحت کہا جائے گا سحت سے ہر وہ چیز مراد ہے جو ھکمران یا ذمہ داران حقوق کی ادائے گی کے لئے وصول کرتے ہیں اور سورہ مائدہ میں اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا ذکر کیا ہے ۔اس سے معلوم ہورہا ہے کہ ایسےحیلے اور طریقے جس سے عوامی حقوق متاثر ہوتے ہوں جائز نہیں اس لئے ان سے حتی الوسع اجتناب کرنا چاہئیے ۔

خلاصہ بحث :

اردو میں جسے تحفہ کہاجاتا ہے عربی زبان میں اس کے لئے متعدد الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں الفت اور محبت کو فروغ دینے کے لئے جن طریقوں کو اختیار کیا گیا ہے ان میں ایک طریقہ تحائف کا تبادلہ بھی ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے ہر طر ح کاتحفہ قبو ل کیا اور اس کا بدلہ بھی دیا اس کے مہنگے یاسستے ہونے کی پرواہ نہیں کی بعد میں یہ سلسلہ ملکوں کی سطح پر پھیلایا اور ریاستوں میں باہمی روابط کے لئے بھی استعمال کیا۔ بعض کے تحائف کو رد بھی کیا محدّثین نے دونوں میں تطبیق کی ہے کہ جن سے ایمان کی امید ہوتی یا جنگ کا ارادہ نہ ہوتا ان کے تحائف وصول کر لیتے اور جن کے ایمان سے مایوس ہوتے یا ان سے جنگ کا ارادہ ہوتا ان کے

تحائف وصول نہیں کرتے تھے ۔لیکن آپ ﷺ کے ا س عمل کو دلیل میں اسلئے پیش نہیں کیاجاسکتا کہ کہ یہ نبی کریم ﷺ کی تخصیص ہے جملہ محدّثین اور فقہا ء کی یہی رائے ہے ۔ آپ ﷺ نے ابن لتیبہ کو جو تنبیہ کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدے کی وجہ سے ملنے والے تحائف ریاست کی ملکیت ہوں گے اورانہیں بیت المال میں جمع کیا جائے گا۔ قانون شرعی میں اس حولے سے ریاستی ذمہ داروں کو تین مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے :پہلی قسم: عدلیہ اور اس کے ذیلی ادارے ہیں اس کے لیے شرعی قانون میں '' وُلات احکام''کی اصطلاح اختیار کی گئی ہے ۔دوسری قسم : ریاستی ملازمین ہیں اس کے لیے ''وُلات عُمال ''تیسری قسم :ریاستی ذمہ داران اس میں صدر ،وزیر اعظم ان کے قائمقام اور ان کابینہ کے دیگر اراکین شامل ہیں اس کے لیے ''وُلات سلطنۃ''کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے ۔ہماری بحث کا محوریہ آخری قسم ہے باقی اقسام کو ان کے حکم کے ساتھ اختصاراًذکر کیا گیا ہے ۔حضرت معاذ بن جبلؓ والی حدیث سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ ریاستی ذمہ داران پر ملنے والے تحائف کو ظاہر کرنا ضروری ہے اور ان کا چھپانا خیانت ہے ۔ابن لُتیبہ والی حدیث اور صحابہ کرام کے تعامل سے معلوم ہورہا ہے ریاستی ذمہ داران کو تحائف ذاتی حیثیت میں نہیں بلکہ ریاست کے ترجمان کی حیثیت سے دیے جاتے ہیں اس وجہ سے ریاستی ذمہ داران کے لئے ان تحائف کا وصول کرنا قانونی اور اخلاقی دونوں طرح سےجایز نہیں لہذا یہ بیت المال میں جمع کرائے جائیں گے ۔جمہور محدّثین نے حضرت معاذؓ کے واقعے سے یہ استدلال کیا ہے حاکم کی اجازت سے ان تحائف میں سے بعض کوذاتی استعمال میں لانا جائزہے لیکن علامہ آملیؒ نے جمہور کی اس رائے پر اپنے تحفظ کا اظہار کیا ہے اوّلاً یہ حدیث درست نہیں کیونکہ اس کی سند پر کلام ہے اور ضعیف حدیث سے استدلال درست نہیں ثانیاً:اگر حدیث درست ہوتو پھر یہ مشاہرے پر محمول ہے چونکہ حدیث معاذؓ کے مقابل صحیح حدیث موجود ہے اس لئے تمام تحائف کو بیت المال میں جمع کراناہی راجح ہے ۔رہی بات ان تحائف کو قیمتاًخریدنے کی تو پوری قیمت سے خریدنے میں تو کوئی قباحت ہی نہیں اور اگر قیمت کم ہوتو پھر یہ حیلہ ہے حیلے کے جائز و ناجائز ہونے میں اختلاف ضرور ہے مگر راجح قول جائز ہونے کا ہے جیساکہ حضرت معاؓ ذکی حدیث سے معلوم ہورہا ہے لیکن وہ حیلہ جس سےحقوق متاثر ہوتے ہوں وہ جائز نہیں ۔

References

[1] Al-Tahawi AJ, Ahmad bin Muhammad bin Salamah. Sharh Ma'ani al-Athar. Alam al-Kutub; 1994. Hadith: 5826.

[2] Al-Baghawi AM, Al-Husayn bin Mas'ud. Sharh al-Sunnah. al-Maktabah al-Islamiyyah; 1983. Vol. 2, p. 302.

[3] Al-Ayni BD, Mahmoud bin Ahmad bin Musa. Umdat al-Qari. Dar Ihya al-Turath al-Arabi; Vol. 13, p. 164.

[4] Al-Mawardi AH, Ali bin Muhammad bin Muhammad. al-Hawi al-Kabir. Dar al-Kutub al-Ilmiyyah; 1999. Vol. 16, p. 285.

[5] Al-Naml. Chapter 27, Verse 35.

[6] Al-Ayni BD, Mahmoud bin Ahmad bin Musa. Umdat al-Qari. Dar Ihya al-Turath al-Arabi; Vol. 13, p. 168.

[7] Al-Baghawi AM, Al-Husayn bin Mas'ud. Sharh al-Sunnah. al-Maktab al-Islami; 1983. Vol. 10, p. 89.

[8] Tuhfat al-Ahwadhi.

[9] Al-Shaybani AH, Ahmad bin Muhammad bin Hanbal. Musnad al-Imam Ahmad bin Hanbal. Mu'assasat al-Risalah; 2001. Hadith No. 23601.

[10] Al-Tirmidhi MI, Muhammad bin Isa bin Sawrah. Sunan al-Tirmidhi. Dar al-Gharb al-Islami; 1998. Hadith No. 1335.

[11] Al-Bukhari MI, Muhammad bin Isma'il. Sahih al-Bukhari. Dar Tawq al-Najat; 1422. Hadith No. 7174.

[12] Ibn Battal AH, Abu al-Hasan Ali bin Khalaf. Sharh Sahih al-Bukhari li Ibn Battal. Maktabat al-Rushd; 2003. Vol. 8, p. 248.

[13] Al-Jawzi AF, Abd al-Rahman bin Ali. Kashf al-Mushkil min Hadith al-Sahihayn. Dar al-Watan, Riyadh; Vol. 2, p. 168.

[14] Al-Nawawi AZ, Abu Zakariya Muhyi al-Din Yahya bin Sharaf. al-Minhaj Sharh Sahih Muslim. Dar Ihya al-Turath al-Arabi; 1392. Vol. 12, p. 219.

[15] Al-Amili MJ, Muhammad bin Jarir bin Yazid. Tahdhib al-Athar wa Tafsil al-Thabit 'an Rasul Allah min al-Akhbar. Matba'at al-Madani - Cairo; Hadith No. 354.

[16] Mubarakpuri UA, Ubayd Allah bin Muhammad Abd al-Salam. Mir'at al-Mafatih Sharh Mishkat al-Masabih. Taba'ah: Thalithah; 1984. Vol. 6, p. 31.

[17] Al-Khattabi AS, Hamad bin Muhammad bin Ibrahim bin al-Khattab. Ma'alim al-Sunan. al-Matba'ah al-Ilmiyyah; 1932. Vol. 3, p. 8.

[18] Al-Asqalani AH, Ahmad bin Ali bin Hajar. Fath al-Bari. Dar al-Ma'rifah, Beirut; 1379. Vol. 13, p. 167.

[19] Al-Qurtubi YA, Yusuf bin Abdullah bin Muhammad. al-Tamhid li-ma fi al-Muwatta min al-Ma'ani wa al-Asanid. Wizarat 'Umum al-Awqaf; 1387. Vol. 2, p. 7.

[20] Al-Haythami AM, Ahmad bin Muhammad Ali bin Hajar. al-Minhaj fi Sharh al-Minhaj. Maktabah al-Tijariyyah al-Kubra; 1983. Vol. 1, p. 138.

[21] Al-Zarkashi BD, Muhammad bin Abdullah. al-Bahr al-Muhit fi Usul al-Fiqh. Dar al-Kutbi; 1994. Vol. 8, p. 90.

[22] Ibn Abidin MA, Muhammad Amin bin Umar. Radd al-Muhtar 'ala al-Durr al-Mukhtar. Dar al-Fikr; 1992. Vol. 5, p. 573.